رقصِ عطش
(نظمیں)
ڈاکٹر حقیر آستانی
مرتب:
وِشال چندر سین

ڈاکٹر کیشو چندر سین حقیر آستانی

مرتب:

وشال چندر سین

کتاب کا نام	:	رقصِ عطش (شاعری)
شاعر	:	ڈاکٹر حقیر آستانی
مرتب	:	وشال چندر سین
سنِ اشاعت	:	مارچ ۲۰۱۵ء
قیمت	:	۱۵۰/روپے
ضخامت	:	۱۲۰/صفحات
تعدادِ اشاعت	:	۵۰۰
کمپوزنگ	:	زرینہ خاتون
ناشر	:	نیوز ٹاؤن پبلشرز، ممبئی
مطبع	:	جاگرتی پرنٹر، بائیکلہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۲۷
مرتب کا پتا	:	۱۰۰۱، راول ٹاور، سُندروَن کامپلیکس، اندھیری (ویسٹ) ممبئی۔ ۴۰۰۰۵۳ (مہاراشٹر)
موبائل نمبر	:	09820620522
ٹیلی فون نمبر	:	022-26364565

E-mail : vishal.sen@gmail.com

Raqs-e-Atash

Poetry by:

Dr. Keshav Chandra Sen Haqeer Aastani

Compiled by:

Vishal Chandra Sen

March 2015

Rs. 150/-

اِنتساب

اپنے

پیارے بیٹے

وشال چندر سین

کے

نام

فہرست

فہرست

ڈاکٹر کیشو چندر سین حقیرؔ آستانی

ولادت 11-10-1934

وفات 23-5-1989

یہ تصویر تصوّر کی ہے

دیکھنے والے میں ڈھل جائے

حقیرؔ آستانی

تعارُف

ڈاکٹر کیشو چندر سین، جہانِ شاعری میں حقیر آستانوی کے نام سے مشہور ہیں، وہ پیشے سے ماہرِ معاشیات (Economist) رہے ہیں، آپ پہلے پہل بھونس کالج، چوپاٹی، ممبئی میں معاشیات کے پروفیسر تھے، بعد ازاں سومیہ کالج، وِدیا وِہار، ممبئی میں شعبۂ معاشیات کے صدر شعبہ ہوئے۔

بعد ازاں اُنھوں نے بطورِ مشغلہ Wisconsin, Madison یونیورسٹی (U.S.A) سے "Development Economics" میں Ph.D کیا۔ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد شیکاگو (Chicago) کی ایلنوائس (Illinois) یونیورسٹی میں Economics کے Visiting پروفیسر رہے۔ پھر کئی سال تک منیلا، فلپائن کی Asian Development Bank میں اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔

اپنے پسندیدہ مضمون معاشیات سے وابستگی کے باوجود اُردو زبان سے انھیں عشق تھا۔ نتیجے میں اِن کی تخلیق کردہ درج ذیل تین مجموعے منظرِ عام پر آکر مقبول ہو چکے ہیں۔

1) افکارِ گریزاں

2) خبط و ضبط

3) آدمی درندہ ہے

زیرِ نظر مجموعہ "رقصِ عطش" ان کی چوتھی کتاب ہے۔ اُمید ہے آپ کے ذوق کو مہمیز کرے گی۔

• وِشال چندر سین

زندگی گزار دی حقیرؔ خواب کی طرح
میرے بعد میرا تجزیہ ہُوا تو کس لیے

حمد

اپنی نادانی کا افسانہ سُنا سکتا نہیں
کس قدر میں نابلد ہوں ، یہ بتا سکتا نہیں

ڈھونڈتا پھرتا ہوں تیرے آستاں کو صبح وشام
سرورِ کونین ' سر کو بھی جھکا سکتا نہیں

ذرّہ ذرّہ ترا حِصّہ ہے ' ترا غمّاز ہے
پردۂ پردہ نشیں ' لیکن ہٹا سکتا نہیں

تری رحمت بیکراں ہے ' قہر ترا بے حساب
مَیں گھٹا سکتا نہیں ' جن کو بڑھا سکتا نہیں

کس کو اندازہ ہوا ' تری کشودو بست کا
تھاہ اِس کون و مکاں کی کوئی پا سکتا نہیں

تُو ہی رب ہے تُو ہی سب ہے تُو ہی تُو ہے دہر میں
بندۂ ناچیز تیرا ' بھید پا سکتا نہیں

اِتنے سارے نام تیرے' اور تُو گمنام ہے
کوئی بھی ہو نام' اس میں تُو سما سکتا نہیں

میرے محسوسات میں ہے تیرے ہونے کی دلیل
یہ معمّہ کچھ سمجھ میں ویسے آ سکتا نہیں

خود سے تُو ہے' تُو خدا ہے' تجھ سے ہے عالَم تمام
مَیں حقیر از خاک' تری حمد گا سکتا نہیں

وِشال بیٹے کے نام

تُم کتنے معصوم ہو بیٹے
لیکن یہ معلوم ہو بیٹے

ہم جس دُنیا میں رہتے ہیں
جس کو ہم اپنا کہتے ہیں

ہاں، بد 'ظالم' ہے وہ دُنیا
بے حد ظالم ہے وہ دُنیا

ایسا نہیں سب لوگ ہی بد ہیں
بے ایماں، کافر، مُرتد ہیں

لیکن خود غرض کے مارے
سچائی سے خائف سارے

سب مجبور ہیں اپنے ہاتھوں
اور محذور ہیں اپنے ہاتھوں

جو بھی منصب' عہدیداری
ایک ہی سب کی ہے بیماری

پرتیں جھوٹ کی موٹی موٹی
پیاری سب کو اُن کی روٹی

رات کو کہہ دیں گے یہ سویرا
بجلی کو گھنگھور اندھیرا

خون بھلا ہوجائے تمھارا
اِن کی کشتی پالے کنارا

نام نہیں لیتے جینے کا — اِن کے ہاں یہ کام ہے
جھولی اپنی بھر لیتے ہیں — اُلّو سیدھا کر لیتے ہیں
اس دُنیا سے بچ کر رہنا — اپنی بات جہاں بھی کہنا
اُس کی قیمت جان کے کہنا — جان کے اور پہچان کے کہنا
قیمت بھاری ہوسکتی ہے — یا لاچاری ہوسکتی ہے
خود سے بے خود ہو سکتے ہو — اپنے آپ کو کھو سکتے ہو
دُنیا کے لُچّے مُسٹنڈے — تُم سے کھیلیں گے ہتھکنڈے
تُم سے دِل کی بات کریں گے — اشکوں کی برسات کریں گے
تُم سے کہیں گے آنکھیں کھولو — تُم سے کہیں گے کچھ تو بولو
اِن سب کی تم ایک نہ سُنتا — اِس ڈھب کی تُم ایک نہ سُنتا
اپنے دُھن میں بہتے جانا — قاتِل ہے مقتول زمانہ
خود بنی ہے اِس کی قاتِل — پھر بھی کب بن پایا بسمل
بے گھر، نا ہنجار، مُروّت — مُفلس اور نادار مُروّت
پھرتی ہے بھوچکّی، بھونڈی — سب کی جورُو، سب کی لونڈی
خود غرضی کا نام مُروّت — ہر دم تشنہ کام مُروّت
زر والا تُو بننا بیٹے — پر تُم زر سے ڈرنا بیٹے

زر ، زمین یا زن دُنیا میں — سانپ کا جیسے پھن دُنیا میں

ٹھیک ہے تن، من، دھن برسانا — لیکن اِتنا ڈوب نہ جانا

تُم پر یہ حاوی آ جائیں — اندر ، باہر ، حُکم چلائیں

یوں تو نہیں خطرے سے خالی — عید ہو وہ یا ہو دیوالی

بات نہ جب مانیں قدرت کی — خطرے کی بجتی ہے گھنٹی

مرے بیٹے ، پیارے بیٹے — مرے راج دُلارے بیٹے

گرچہ ہوں حالات کا مارا — میں پھر بھی پاپا ہوں تمھارا

میں کیا دوں گا تُم کو نصیحت — مری تو جو بھی ہے حالت

لیکن اپنا فرض سمجھ کر — اپنے اوپر قرض سمجھ کر

یہ مری ہے تُم کو نصیحت — کرنا فراہم علم کی دولت

عِلم کا رُتبہ سب سے اونچا — یہ رُتبہ ہے کب سے اونچا

علم سے تُم دھنوان بنو گے — اپنی خود پہچان بنو گے

عِلم سے بڑھ کر کیا ہوگی شئے — باقی اُس کے ہاتھوں میں ہے

رکھوالا بھگوان تمھارا — تُم ہو مری آنکھ کا تارا

تُم ہو مرے دِل کا سہارا — ٹکڑا سورج کا ، مہ پارہ

کشمیر

خطّۂ کشمیر کیا کہنا ترا

تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے

(۱)

جس قدر مجبور ہے فطرت تری

اُس قدر مقہور ہے قسمت تری

وقت کی تصویر ہے اُلجھی ہوئی

خوبصورت پھر بھی ہے سیرت تری

کیا خبر تُو شاد ہے ناشاد ہے !

تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے

خِطّۂ کشمیر کیا کہنا ترا

(۲)

مُفلسی ہر موڑ پر ہر گام پر
لوگ کم کم ہی رہے ہیں کام پر
اپنے حُجرے میں مگن تُو ہے مگر
مُسکرا دیتا ہے ہر اِلزام پر

بے نیازِ آفرین و داد ہے
تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے
خِطّہ کشمیر کیا کہنا ترا

(۳)

خُون ترا بے وجہ بہتا سہی
بے بسی کی داستاں کہتا سہی
تیرے اندر ہیں کئی آتش فشاں
دیکھنے میں مُطمئن رہتا سہی

سچ بتا تُو واقعی آزاد ہے ؟
تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے
خِطّہ کشمیر کیا کہنا ترا

(۴)

کیا تجھے بھی یاد ہے وہ داستاں؟
جب رہا تُو وحشیوں کے درمیاں ؟
ہر کوئی جیسے بغاوت پر تُلا
کر رہا تھا اپنا ہی قصّہ بیاں ؟

داستاں تری فقط بیداد ہے !
تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے
خِطّۂ کشمیر کیا کہنا ترا

(۵)

ٹولیوں پر ٹولیوں پر ٹولیاں
ریشمی اطوار ، میٹھی بولیاں
عجز ہے، اِخلاص ہے، عرفان ہے
کیا بھرے گا کوئی اِن کی جھولیاں !

داستاں تری مجھے تو یاد ہے
تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے
خِطّۂ کشمیر کیا کہنا ترا

(۶)

ترا موسم ہے بہار اندر بہار
ترا پرتو ہے مُروّت کا نِکھار
مَیں رہوں گا آس میں تری سَدا
دید تیری مَیں کروں گا بار بار

گرچہ تُو خانماں برباد ہے
تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے
خِطّۂ کشمیر کیا کہنا ترا

(۷)

کیا تجھے افسوس ارے پاؤں گا مَیں !
در سے تیرے کیا ہنسی لاؤں گا مَیں !
تُو جو ہے فِردوسِ بر روئے زمیں
پاس ترے بارہا آؤں گا مَیں

میرے دِل میں تُو ہی تُو آباد ہے
تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے
خِطّۂ کشمیر کیا کہنا ترا

(۸)

تیرا اپنا کیا نہیں، پر کچھ نہیں
کھوکھلا ہے، تیرے اندر کچھ نہیں
جیب ہے خالی تری، دامن تہی
یوں بھی دیکھیں تو، ترے گھر کچھ نہیں

ہر طرف فریاد ہی فریاد ہے
تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے
خِطّۂ کشمیر کیا کہنا ترا

(۹)

کِس اِرم کے باغ کی باتیں کریں!
کون سی جنّت کی یا حامی بھریں!
جنّت الفردوس ہوگی پُرسکوں
جی میں آتا ہے ترے ہوکر رہیں

تُو بعید از درجہ و اسناد ہے
تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے
خِطّۂ کشمیر کیا کہنا ترا

(۱۰)

کوہساروں، ندیوں، جھیلوں میں ہے؟
مرغزاروں ، نقرئی ٹیلوں میں ہے ؟
تیرے دامن میں ہزاروں برکتیں
دِل ترا پھیلا ہوا میلوں میں ہے

ظُلم تجھ پر کُفر ہے، اِلحاد ہے
تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے
خِطّۂ کشمیر کیا کہنا ترا

(۱۱)

ہیں کچھ ایسے بھی عناصر تیرے ہاں
جو سمجھتے ہی نہیں حد کی زباں
ہر جگہ موجود ہے گو یہ وبا
خواہ ویرانے ہوں یا وہ بستیاں

کیا کریں دُنیا ستم ایجاد ہے
تُو سراپا حُسن کی رُوداد ہے
خِطّۂ کشمیر کیا کہنا ترا

کیا کہا؟

بسکہ باقی تُو خدا کی ذات ہے

ذاتِ مطلق

ذاتِ واحد

ذاتِ باری

ہمکناری آبجو یا قطرہ پا سکتا ہے لیکن

بے کناری؟

اعمال

انسان سبھی ہیں ایک یہاں
انسان سبھی تو ایک نہیں

اِنسان کی فِطرت ہے ایسی
اِنسان کی فِطرت ہے ویسی

لیکن یہ بات بتاؤ گے
مجھ کو اِتنا سمجھاؤ گے

گر ایک ہیں سب اُس کے بندے
گر سب کے گلوں میں ہیں پھندے

تو سب کیوں عیش سے دُور نہیں؟
اُس کو شاید منظور نہیں ؟

اعمال سے قسمت بنتی ہے
اعمال ہی قسمت ہوتے ہیں
اعمال ہی دوزخ کے حامل
اعمال ہی جنّت ہوتے ہیں

■■

نصب العین

نصب العین نصب العین

کھو گئے اپنے سُکھ اور چین
نصب العین نصب العین
جیون بیت گیا سارا
بھٹکاتا مارا مارا

کیا اب رونا کیا اب بین
نصب العین نصب العین

سپنے ہی سب دیکھے ہیں
اصلی شئے کب دیکھے ہیں

یہ سب انکھیاں یہ سب نین
نصب العین نصب العین

بلی

خدایا

تیری خوشنودی

بدل

معصوم جانوں کی بلی

کب سے ہوئی؟

آواز

کس نے مجھے آواز لگائی

کس نے مرا احساس جگایا　　کون مرے خوابوں میں آیا

کس نے اچانک لی انگڑائی

اپنے پروں کو تول رہا ہے　　کون کہیں سے بول رہا ہے

کس نے ہوا سنگ راس رچائی

ہے یہی زندگی

آج سہمی ہوئی آج مچلی ہوئی
آج ہنستی ہوئی آج روتی ہوئی

آج جاگی ہوئی آج سوتی ہوئی
آج بہتی ہوئی آج رُکتی ہوئی

آج گاتی ہوئی آج روتی ہوئی
آج ٹھہری ہوئی آج جلتی ہوئی

آج سمٹی ہوئی آج پھیلی ہوئی
آج اُلجھی ہوئی آج سُلجھی ہوئی

آج پھلتی ہوئی آج پُھلی ہوئی
آج بہکی ہوئی آج چہکی ہوئی

آج جلتی ہوئی آج بجھتی ہوئی
آج اُبھری ہوئی آج ڈھلتی ہوئی

آج سنبھلی ہوئی آج گِرتی ہوئی
آج اُجڑی ہوئی آج سنوری ہوئی

آج بکھری ہوئی آج بُجھتی ہوئی
آج کہتی ہوئی آج سُنتی ہوئی

آج جیتی ہوئی آج مرتی ہوئی
آج گھٹتی ہوئی آج بڑھتی ہوئی
آج بگڑی ہوئی آج بنتی ہوئی

ہے یہی زندگی
جانِ من آپ کی !

شکریہ

مری زیست کو آسرا دینے والے ، ترا شکریہ
مری فکر کو مدّعا دینے والے ، ترا شکریہ

مری روح تو تری مرہونِ منّت ہے، مقروض تیری
مری جان کو بھی نوا دینے والے ، ترا شکریہ

مری سوچ تھی یا کہ یلغار تھی آدمی کی سراسر
مری کھوج کو ایک ادا دینے والے ، ترا شکریہ

مری کاوشوں نے بہایا بہت رات دِن خوں پسینہ
مری کاوِشوں کو ہوا دینے والے، ترا شکریہ

مری زندگی ہو چلی تھی غبارِ مجسّم سراپا
مری زندگی کو جِلا دینے والے ، ترا شکریہ

حقیؔر آج سے تُو اکیلا نہیں ہے، پریشاں نہ ہونا
فقیروں کو ایسی دعا دینے والے ، ترا شکریہ

سگریٹ

چلنے لگی وفورِ حوادِث کی تُند باد
سہواً تمھاری ذاتِ مبارک کی آئی یاد
ڈھونڈا تمہیں ، ٹٹولا تمہیں گھوم گھوم کر
اپنا بنا لیا تمہیں پھر چُوم چُوم کر
رہ رہ کے فرطِ شوق میں بوسے لیا کیے
ڈھونڈے تمھارے وصل کے رستے نئے نئے

کِس درجہ غم شِعار تھی واللہ تمھاری جاں
ہاتھوں میں کیا لیا تمہیں اُٹھنے لگا دُھواں

پائی تمھارے سوز سے جذبوں نے تازگی

بزمِ خیال ہوگئی یعنی ہری بھری

جُوں جُوں تمھاری سوختہ سامانیاں بڑھیں

تُوں تُوں شعورِ زیست کی تابانیاں بڑھیں

دامانِ شوق بھر گیا پھولوں سے یک بیک

آنکھوں میں تیرنے لگی بجلی سی اِک چمک

دِل پر جو ایک بار تھا وہ دُور ہوگیا

غم کا جو ایک سایہ تھا کافور ہوگیا

پھر دیکھتے ہی دیکھتے دُنیا بدل گئی

یعنی جو آرزو تھی وہ دِل سے نکل گئی

دِل ضعف کی گرفت سے آزاد ہوگیا

کاشانۂ خیال بھی آباد ہوگیا

دورانِ خون تیز ہوا ، نبض تیز تر

یعنی تمھارے سوز کا ہونے لگا اثر

گویا، اِدھر تو جل کے کوئی خاک ہوگیا

روشن کسی کا اُس طرف اِدراک ہوگیا

کھلنے لگیں تمھارے تلطّف کی گرمیاں
چھونے سے تُم کو جلنے لگیں اب تو اُنگلیاں
مُنہ سے نکال پھینک دیا بے رُخی کیساتھ
پھر پاؤں سے کُچل بھی دیا بے حِسی کیساتھ
عُمرِ عزیز اور جوانی تُمھاری آہ !
بس داد دو گھڑی کی اور دو پل کی واہ واہ !

تُم کس قدر حقیرؔ ہو کتنی غریب ہو
مُفلس کی زندگی کی طرح بدنصیب ہو

اجنتا

سمو کر نظر میں نظارت کے رنگ
وہ بیٹھا ہوا ہے مُصوّر کوئی

گلابی ، شرابی ، نشیلے تمام
کوئی خُم کے خُم جیسے پی لے تمام
لجیلے، کٹیلے ، رسیلے تمام
کوئی زندگی جیسے جی لے تمام

ملاحت، صباحت۔ بشاشت کے رنگ
سمو کر نظر میں نظارت کے رنگ
وہ بیٹھا ہوا ہے مُصوّر کوئی

کہیں کِھل رہے ہیں چمن در چمن
کہیں موجزن ہے دِلوں کی لگن
کہیں رقص میں ہے رُو پہلی کِرن
کہیں حُسن ہے تو کہیں حُسنِ ظن

صداقت ،طہارت، سعادت کے رنگ
سمو کر نظر میں نظارت کے رنگ
وہ بیٹھا ہوا ہے مُصوّر کوئی

کہیں ماہ کامل، کہیں کہکشاں
کہیں دُھواں اُڑاتے ہوئے کارواں
کہیں گِھر کے چھائی ہوئی بدلیاں
کہیں زندگی ہے دمادم رواں

مُشقت، اعادت، ریاضت کے رنگ
سمو کر نظر میں نظارت کے رنگ

وہ بیٹھا ہوا ہے مُصوّر کوئی

کہیں حُسنِ نازاں، کہیں اشک بار
کہیں عشقِ خنداں، کہیں سوگوار
کہیں حُسنِ مائل بہ لُطفِ ہزار
کہیں عشقِ بیخود ہے بے اختیار

نزاکت، لطافت، بشارت کے رنگ
سمو کر نظر میں نظارت کے رنگ

وہ بیٹھا ہوا ہے مُصوّر کوئی

سنبھلتی ہوئی سرخوشی ہے کہیں
مچلتی ہوئی دلبری ہے کہیں
سکوں ہی سکوں دائمی ہے کہیں
خُودی ہے کہیں بیخودی ہے کہیں

اخوّت، مُروّت، رفاقت کے رنگ
سمو کر نظر میں نظارت کے رنگ

وہ بیٹھا ہوا ہے مُصوّر کوئی

یہ صدیوں کے رنگیں نقوشِ کُہن
نُمائندۂ خاکسارانِ فن
کمالِ نفاست ہیں شانِ وطن
ہمیشہ رہے گی یہ اِن کی پھبن

عقیدت، عزیمت، عبادت کے رنگ
سمو کر نظر میں نظارت کے رنگ

وہ بیٹھا ہوا ہے مُصوّر کوئی

یہ شہکارِ ماضی ، اَبد کے مکیں
خُداؤں کے محرم ، بتوں کے اَمیں
صدا آرہی ہے ز چرخِ بریں
زوال اُن کو آئے گا ہرگز نہیں

طریقت، شریعت، شہادت کے رنگ
سمو کر نظر میں نظارت کے رنگ

وہ بیٹھا ہوا ہے مُصوّر کوئی

ایلورا

پتھروں کو جب زباں دینے لگا تھا بُت تراش
اُس کی خاموشی میں کتنے راز ہوں گے مضطرِب
منجمد ہوں گی نگاہوں میں ہزاروں بجلیاں
دستِ صناعی میں کتنے ساز ہوں گے مُضطرِب

جب تراشے ہوں گے دیوی دیوتاؤں کے نقوش
ایک سر تا پا عقیدت بن گیا ہوگا کوئی !
پایۂ تکمیل تک پہنچا کے نصب العینِ زیست
کار فرمائے مشیت بن گیا ہوگا کوئی

جَلوتوں میں لا کے اپنی خِلوتوں کا اِضطرار !
اپنی تشنہ کامیوں کو صورتِ میخانہ دی
پھونک کر گُمنام سے، بے جان سے ذرّوں میں رُوح
اپنی ساکن زندگی کو گردشِ پیانہ دی

عہدِ رفتہ کا مُقدّس ذات فن کارِ عظیم
پتھروں میں ڈھل گئی ہے زندگی جس کی تمام
عہدِ رفتہ کا نہیں ہر عہد کا فن کار ہے
وقت سے اٹھکھیلیاں کرتا رہے گا جو مُدام

گردشِ دوراں نہ چھو پائے گی فن جس کا کبھی
آ نہ پائے گا کبھی جس کی ترنگوں میں جمود !
اِرتقائے نسلِ آدم کا نُمایاں سنگِ میل !
منبعِ سرمستیٔ انوار ہے جس کا وجود

پتھروں میں اس طرح ڈھالا ہے اپنا حُسنِ ظن
مِل گئی ہو پتھروں کو تا اَبد گویا ثبات
کوئی دیکھے تو کرشمہ سازیاں تاثیر کی
بَہہ رہا ہے پتھروں سے دم بہ دم آبِ حیات

دیکھ کر اُس ماہرِ فن کے نقوشِ ذی کمال
کس قدر ہر آنکھ ہے حیران، دیکھے تو کوئی
ڈھونڈنے والے اُسے ہر حال میں پالیتے ہیں
ہے بُتوں میں بھی خُدا کی شان دیکھے تو کوئی

پتھروں میں بھی خُدا آنے لگا گویا نظر
جب عقیدت کی وہاں کچھ آب پاشی ہوگئی
مِٹ گئی تفریق تھی جو خالق و مخلوق میں
بُت پرستی سے بھی اُونچی بُت تراشی ہوگئی

یہ کیسی بیماری ہے

ڈوب رہی ہے دِل کی دھڑکن اِک وحشت سی طاری ہے
بوجھل بوجھل سی ہیں پلکیں ، سینہ بھاری بھاری ہے
یہ کیسی بیماری ہے

جیسے ہوگا کٹ جائے گی ، رات تو ہم پر بھاری ہے
اِس کروٹ بھی خواری ہے اور اُس کروٹ بھی خواری ہے
یہ کیسی بیماری ہے

جی میں پیار اُبلتا ہے، گو آنکھوں میں بے زاری ہے
جینے کے سامان تو ہیں، مرنے کی بھی تیاری ہے
یہ کیسی بیماری ہے

اِبن الوقت زمانے میں عیّاری ہی عیّاری ہے
اُس کی ہو جاتی ہے دُنیا جس کا پلّہ بھاری ہے
یہ کیسی بیماری ہے

حالِ زار

ٹُوٹ گیا ہے پھوٹ گیا ہے
خُود کو شاید لُوٹ گیا ہے
اُس کے صبر کا دامن یارو
رفتہ رفتہ چھوٹ گیا ہے

خُود سے پریشاں رہتا ہے وہ
دست و گریباں رہتا ہے وہ
اپنے حال پہ نالاں نالاں
ویراں ویراں رہتا ہے وہ

چین کسی بھی طور نہیں ہے
اُس کا کوئی اور نہیں ہے
جِس طغیان کا پروردہ ہے
اُس کا کوئی ٹھور نہیں ہے

اپنا حاصِل بھی وہ ہی تھا
کاوشِ کامِل بھی وہ ہی تھا
منزِل اُس کے پہلو میں تھی
اپنا ساحِل بھی وہ ہی تھا

اب کھویا کھویا رہتا ہے
جھِڑکی دُنیا کی سہتا ہے
بے چارہ گُم سُم، چُپ چُپ سا
وقت کی دھارا میں بہتا ہے

سَمئے سے اُس کا میل نہیں ہے
یہ قِسمت کا کھیل نہیں ہے

دُنیا

نقابِ رُخ اُٹھا پائی نہ دُنیا — ہمیں اپنا بنا پائی نہ دُنیا

مراکز تھے کئی اِس بے وفا کے — کسی مرکز پہ آ پائی نہ دُنیا

چلو مشکل ہوا دِل میں دِٹھانا — ہر آنکھوں میں بسا پائی نہ دُنیا

کسی کی ہمسفر بنتی نہیں ہے — کسی کو ساتھ لا پائی نہ دُنیا

ہمارے پاس آجاتی بہت تھا — گھر اپنے جو بُلا پائی نہ دُنیا

جو مِلتا ہے کسی کو شاذ و نادِر — وہ نغمہ گُنگنا پائی نہ دُنیا

بلا کی دوریاں اس سے جُڑی ہیں — قدم دو چار جا پائی نہ دُنیا

خوشی تو اِس کی گھٹی میں نہیں تھی — خوشی کا گیت گا پائی نہ دُنیا

ہزاروں ہیں، کروڑوں، اَن گِنت ہیں — ادئیں جو دِکھا پائی نہ دُنیا

فریبِ وقت سب کھاتے ہیں لیکن — فریبِ وقت کھا پائی نہ دُنیا

حقیؔر ایسے میں ہوں کیوں غمزدہ سے — اگر اپنی سُنا پائی نہ دُنیا

مُسافِر

مِری اِبتدا ہی مِری اِنتہا تو مِری اِنتہا ہی مِری اِبتدا

مَیں مُسافِر رہا

جتنے اَدہام تھے جتنے اِبہام تھے، تھے مِری ذات سے مُنسلِک

میرے اَفکار میں مِرے کردار میں

جا بجا مُنتشِر ہو گئی میری وسعت جسے خالقِ دو جہاں

ڈر کر گڑ گڑانے لگا، چھیڑ کر زیرِ لب مُسکرانے لگا

مِری وحشت مِرے ساتھ چلتی رہی ظلمتوں کے خرابوں میں پلتی رہی

آنچ سے آفتوں کی پگھلتی رہی، آج سڑتی رہی آج گلتی رہی

دَور بن بن کے پہلو بدلتی رہی ، خیر سے پھولتی اور پھلتی رہی

میں مُسافِر رہا

ہاتھ کی لکیریں

اپنے ہاتھوں کی لکیریں نہ سمجھ پایا مَیں
ایسا لگتا ہے، مرا ہاتھ، مرا ہاتھ نہیں
یوں ہی رہ رہ کے بدلتی ہیں لکیریں جس کی
اور اُٹھائے ہوئے پھرتی ہے، مری ذات جنھیں
ہو گی معلوم مری زیست کی ہر بات جنھیں
"یہ جو بدلیں تو تری زیست بدل جائیگی"
ایسا کچھ کہتے ہیں دُنیا والے
اچھے خاصے، پڑھے لکھّے، مرے دیکھے بھالے
ایسا کیونکر نہیں ہوتا
کہ اگر ذات مری
مری چاہوں، مرے جذبات، مرے گونہ خیالات کا مظہر بن جائے
تو لکیریں مرے ہاتھوں کی بدل سی جائیں!
کسی سانچے میں جو مربوط مری ذات سے اعمال سے ہو،
خط و خال سے ہو،
ڈھل سی جائیں!

حادثہ

یہ حادثے سے کم نہیں کہ آ گیا وجود میں

نہیں کوئی بھی حادثہ مِرے وجود سا ہوا

دیارِ ہست و بود میں

مِرا وجود حاصلِ وصال ہے عناصرِ شہود کا

مِرا وجود داستانِ وقت ہے، جو موڑ موڑ اُلجھ گئی

اور اگر سُلجھ گئی تو داستانِ زندگی خودی کا آسرا لیے

اِدھر اُدھر بکھر گئی

حیاتِ آدمی بہت محال ہے مگر بہت ہی کم ہیں جن کو موت کا خیال ہے

کہ ایک روز آئے گی اَبد سے جا کے پوچھ لو

وہ کل جو آئے گا یہاں، وہ پل جو آئے گا یہاں

وہ آدمی سے پوچھ کر نہ آئے گا

وہ دھم سے بیٹھ جائے گا

ظہورِ کائنات کس طرح ہُوا؟

یہ اختتامِ کائنات چھوڑیئے!

نوحہ

کیا وہ بھی انسان نہیں ہیں ؟

جو بیمار ہیں جو بھوکے ہیں
جو بیکار ہیں جو بھوکے ہیں

ترس گئے جو خودداری کو
غم خواروں کو غم خواری کو

جن پر جی لینا بھاری ہے
آگے پیچھے لاچاری ہے

مر نہیں پاتے تو جیتے ہیں
غم کھاتے ہیں غم پیتے ہیں

رنج و اَلم کا افسانہ ہیں
غم ہی غم کا افسانہ ہیں

غم کا افسانہ غم کی حکایت
ہیں اُن کی رگ رگ میں سرایت

اُن کے اِدھر گھر بار کہاں ہیں؟
بام، در و دیوار کہاں ہیں ؟

کرسمس کس کے من کو بھائے؟
عید کی خوشیاں کون منائے ؟

دیوالی آئے یا جائے
اُن کو اُوپر کون اُٹھائے ؟

اُن کا قِصّہ کون سُنائے ؟
اُن پر آنسو کون بہائے ؟

ہارے، جو سب سے ہارے ہیں
بے چارے غم کے مارے ہیں

یہ کہہ کر ہم چُپ رہ لیں گے
یا بس اِتنا ہی کہہ لیں گے

دُنیا کا دستور یہی ہے
خالق کو منظور یہی ہے

ایک بات

کاتبِ تقدیر کو منظور ہوگا

سارے عالم کا یہی دستور ہوگا

آدمی گمنام سا' بے نام سا پھرتا رہے

بازار میں، دفتر میں، یا گھر بار میں

تحصیلِ علم و فن بہانہ ہو کسی بیگانگی کا' منفرد دیوانگی کا

مسئلہ خانگی اُلجھی ہوئی تصویر، کچے خواب کی تعبیر ہوں

ہر دم زمانہ سازیاں ہوں

مصلحت بینی' پرستش مصلحت کی' حکمتِ عملی ہو

ابن الوقتیاں ہوں

"کچھ بھی ہو جائے وہ ہم پہ مہرباں ہوں"

کھوکھلا پن زندگی بن جائے

اوروں کے لیے' اپنے لیے

جڑ سے اُترنے' جینے مرنے کے لیے

شاید یہی ہے زندگی جو کاتبِ تقدیر کو منظور ہے!

اس دور کا دستور ہے!

ہار جیت

جلا دو جو ہری جلوؤں کو مل کر

اکیلے میں نہ ہو پائے گا تم سے

بہت مشکل ہے خود سے ہم کلامی

نہیں آسان خود سے بات کرنا

یہی بہتر ہے اُس سے بات کر لو

نہیں تو اپنے گھر کو لوٹ لوگے

سراسر ٹوٹ جاؤ گے سراسر

بکھر جاؤ گے تنکا تنکا ہو کر

فضا بھی جل چکی ہو گی خلا بھی

سبھی کچھ!

تمھاری جیت کیسی جیت ہو گی!

یہ کس کی ہار کس کی جیت ہو گی!

کارِ مشکل

فرار ممکن ہی کب رہا ہے؟
یہاں سے بھاگے وہاں سے بھاگے
اِدھر سے ٹوٹے اُدھر سے ٹوٹے
فرار خود سے کہاں ہے ممکن؟
یہ زندگی کا قمار خانہ مُنافقوں سے بھرا ہوا ہے
مگر مُنافق تو ہونگے جب تک بدن میں سانسیں رہیں گی باقی
(چمک رہی ہے فضیلتِ آدمی انہی سے)
مُنافقوں سے فرار کرتے رہیں گے لیکن
فرار پھر بھی فرار ہوگا
فرار پرواز کب ہوا ہے؟
بہت ہی مشکل ہے بے تحاشہ اُڑان بھرنا
جو من کو بھائے وہ کام کرنا
مُدام رہتا ہے دوسروں کا خیال دِل میں
خیال رہتا ہے دوسروں کے مزاج کا
آدمی کے اپنے سماج کا، آدمی کے رسم و رواج کا
ہاں، فرار پرواز میں بھی ہوگا
فرار پرواز تو نہیں ہے!

فریب

اصل کیا ہے نقل کیا ہے، بیج کیا ہے فصل کیا ہے؟

رابطہ ہے اصل میں اور نقل میں، دونوں ادھورے

اصل ہے تو نقل ہوگی، نقل ہے تو اصل ہوگی

اصل کیا ہے نقل کیا ہے، بیج کیا ہے فصل کیا ہے؟

دو ہیں پلڑے اِک ہے ترازو، رہ رہے ہیں بازو بازو

کون سا پلڑا ہے بھاری، کیا کہیں با اِنکساری

بس اُسی کی جیت ہوگی، بس اُسی کی ریت ہوگی

جو دِلوں میں بیٹھ جائے، فِکر کو جو گدگدائے

اصل پھر بھی اصل ہے، یہ کہنے والے

نقل پھر بھی نقل ہے، یہ کہنے والے

اُڑ نہیں سکتے کہ وہ بے بال و پَر ہیں!

دیکھ کر بھی جو نہیں کچھ دیکھ سکتے

وہ نظر ہیں!

سنگِ میل

مِل سکے گا کون جانے پھر کبھی یہ جسدِ خاکی
حسبِ توفیق بشر جینا ہے مرنا ہے
خُدا جانے کہاں تک زندگی ہے نسلِ انساں کی
زمیں پر' آسماں میں' اِس جہاں میں

اُس جہاں میں کون جانے
اپنے اعمال، عقائد کی طرف لے جائیں
جنّت کی طرف، اعراف کی جانب کہ دوزخ کی طرف
یہ جسدِ خاکی جو نہ مِل پائے گا پھر اِنسان کو
پہلو بہ پہلو
جس کے ہوتی ہی رہی
ہوش و خرد' وہم و گماں میں جنگ
جنگ چند روزہ
جسدِ خاکی جس کے اندر ہی نہاں ہے
آبِ زمزم' آبِ گنگا' آبِ حیواں
عہدِ رفتہ کا
کہیں ایسا نہ ہو مُبہم سا سنگِ میل ہو جائے
کہیں اپنے ہی احساسات میں تحلیل ہو جائے

بھٹکنا

بھٹکنا ہے
کہاں جائیں بھٹکنے، سر پٹخنے ؟
جس جگہ ہوں بیٹھ جائیں، تلملائیں، اور بھٹکیں!
لیکن اِن ٹانگوں کا کیا ہو؟
جو لگائیں ہم نے صُبح وشام
اُن بانگوں کا کیا ہو؟
ذات سے اپنی جو کی ہیں
اُن سبھی مانگوں کا کیا ہو؟
کون بھٹکے؟؟

خود فریبی

دُنیا کو سمجھانے نکل پڑا لیکن
خود کیا ہوں اِتنا بھی جان نہیں پایا
یہ سب جھوٹ ہے مَیں خود کو پہچانتا ہُوں
جانتا ہُوں گیتی کے راز
مَیں کیا جانوں کِتنا مُشکل ہے یہ جینا
ہم اندھے ہیں
آنکھیں رکھ کر بھی اندھے ہیں
دُنیا اندھی
ہم اندھے تو جگ اندھا
اوروں کو راہ دِکھائیں گے؟

ہنسنا رونا

ہنسا وہ جب کہ رونا تھا

ہنسی میں اور رونے میں تمیز اُس کو نہیں باقی

ہنسا جب اُس کو رونا تھا

وہ رو رو کر ہنسا، ہنس ہنس کے رویا

کیسا نرالا طور تھا اُس کا، چلن اُس کا نرالا تھا

وہ من کا صاف تھا شاید

نہیں، وہ دِل کا کالا تھا

وہ خود پر ہنس رہا تھا، رو رہا تھا یا زمانے پر؟

خدا جانے!

پوشاک

وہاں تو جائیں گے ہم پہن کے نئے کپڑے
ہمارا دِل ہے پُرانا تو کیا ہوا اِس میں
نیا تو کچھ، بھی نہیں زیرِ سایہ خاور
اگر نیا ہے تو بس ہے ہمارا پہناوا
وہاں تو جائیں گے ہم پہن کے نئے کپڑے
کسے خبر کہ کوئی دیکھ بھی لے!

کسی سے خطاب

ترِی قسمت برسرِ بازار آئی
کر رہی ہے عاقبت سے ہاتھا پائی

کس لیے حیرت بداماں ہو رہے ہو
آخرش تو بد زبانی رنگ لائی

تیرا یہ طرزِ تکلّم ' ترِی باتیں
کاٹھ کی ہنڈیا تھے پھر چڑھنے نہ پائی

ایک تو یہ بد مزاجی ' بد کلامی
کیا غضب اُس پر ترِی بے اعتنائی

تیری یہ جادو بیانی ' ہائے اللہ
جب بھی دیکھا برسرِ پیکار آئی

ترِے ہتھکنڈے، ترِی فتنہ طرازی
کھو کھلی ہے اِن خداؤں کی خدائی

تیری سیرت اِک معمہ بن گئی ہے
ٹھیک ہے اِک وقت تھا جب من کو بھائی

تِرا اندر ہم پہ ظاہر ہو نہ جائے
تا بہ کے یہ خود سری یہ خود نُمائی

کاٹ دیں اپنی جڑیں دیوانگی میں
تُو نے اپنے آپ سے کی بے وفائی

ہم تیرے مُلزم، تیرے مجرم نہیں ہیں
اپنی لنکا اپنے ہاتھوں تُو نے ڈھائی

دِل اگر میلا رہا تُو ہی بتا دے
کام کیا آئے گی ہاتھوں کی صفائی

خامیاں تیری مگر کیا کیا نکالیں
کون جانے ہم میں ہے کتنی بُرائی

کیا بدلتے تِرا خاصہ تیری خصلت
دِل کی دولت ہم نے بس یونہی لُٹائی

کیا کھرے کھوٹے یہاں سکّے تھے لاکھوں
ہم نے ہر ہر بات تجھ پر آزمائی

فائدہ کچھ بھی نہیں باتوں سے ہوگا
چُپ رہیں اِس میں ہی سب کی ہے بھلائی

کچھ نہیں اپنا اساسِ زندگانی
ایک شمع تھی جو آخر جِھلملائی

دوریاں اچھی ہیں تجھ سے بے رُخوں کی
کیا لگا رکھی ہے ہردم بھائی بھائی

دور اُفق پر شاید آندھی آرہی ہے
ایک بدلی آسماں میں گِھر کے چھائی

کہہ گئے کچھ تو حقیؔر بے مُروّت
تُو نے جو صورت یہاں روندی بنائی

تضاد کتنا ہے زندگی میں

تضاد ہی سے یہ داستاں ہے — تضاد آدم کے درمیاں ہے

تضاد میں ہے تمام بستی — تضاد میں ہے سبھوں کی ہستی

تضاد کردار میں بشر کے — مُدام آتا ہے بن سنور کے

تضاد باہر تضاد گھر میں — قدم قدم پر نظر نظر میں

تضاد مرنا تضاد جینا — تضاد خونِ جگر کا پینا

ثواب میں ہے گناہ میں ہے — تضاد منزل میں راہ میں ہے

تضاد دِن میں ہے رات میں ہے — فنا میں ہے ثبات میں ہے

تضاد ہونا ہے یا نہ ہونا — تضاد پانا ، تضاد کھونا

تضاد کون و مکاں میں رائج
تضاد دونوں جہاں میں رائج

نا معلوم

مرنے لگا تھا

جینے لگا تھا

یعنی معمہ

بننے لگا تھا

ڈوبا ہوا تھا

اُڑتا ہوا تھا

سمٹا ہوا تھا

اُلجھا ہوا تھا

گھٹنے لگا تھا

بٹنے لگا تھا

اندر ہی اندر

پھٹنے لگا تھا

ہاں، کون تھا وہ؟

وہم و یقیں تھا

اب تو یہیں تھا

شاید نہیں تھا

شاید کہیں تھا

رہنے بھی دیجیے

رہنے بھی دیجیے

ہے گمشدہ وہ! کون تھا وہ؟

ساعتِ حاضرہ

ساعت حاضرہ
تو کہاں کھو گئی

فکر و افکار میں
بحث و تکرار میں
قلبِ غمخوار میں

شورشِ وقت تھی
ہر گھڑی سخت تھی
تُو جو خود رفتہ تھی

ماتمی دور تھا
ظلم تھا جَور تھا
کچھ نہیں اور تھا

گرچہ شہرت رہی

ایک وحشت رہی

دِل میں حسرت رہی

تیرا دیدار ہو

اپنا دیدار ہو

ایسا دیدار ہو

تُو کہاں کھو گئی

ساعت حاضرہ

بھیڑ

وجد طاری ہے کہ سکتہ

کھو گیا ہوں

بھیڑ میں جو مرے اندر ہے

خطاؤں کی، سزاؤں کی، وفاؤں کی، جزاؤں کی

اِرادوں کی، مرادوں کی، کہ وعدوں کی

کہیں تو کھو گیا ہوں

بھیڑ میں

وجود

دھوکہ‘ فریب‘ وہم‘ خیالی پیکر

کہ التباسِ حیات

سراب جس کی بدولت جہاں زندہ ہے

رواں دواں ہے محبت‘ رواں دواں نفرت

رواں دواں ہے غم زیست کی آشفتہ سری

حیات جیسے کہ اِضداد کی ہے پرورده

فقط سراب ہیں تیری مری ملاقاتیں

نفس بشر کا بطرزِ حباب ہو جیسے

جسے حیات کہیں ایک خواب ہو جیسے

آلودگی

ذہن میں آلودگی، افکار میں آلودگی
جس طرح بھی دیکھئے، کردار میں آلودگی

کوئی بھی تیار سیدھی بات کرنے کو نہیں
سوچ میں آلودگی، گفتار میں آلودگی

کچھ نہیں ملتا یہاں جیسا کہ ہونا چاہیئے
دشت میں آلودگی، گھربار میں آلودگی

اب ریا کی بات ہی کرنا غلط ہے جانِ من
لو سمٹ آئی دلِ بیزار میں آلودگی

بن گئی مصلحت کوشی تقاضہ وقت کا
ضوفگن اِقرار میں اِنکار میں آلودگی

ذہن انسانی اگر محبوس رہتا ہو تو پھر
پھیل جاتی ہے درودیوار میں آلودگی

آدمی پھرتا ہے اوڑھے مختلف چہرے حقیرؔ
گردشِ گرداب جس، منجدھار میں آلودگی

شکایت

زندگی مجھ سے بہت نالاں رہی ہے

یہ بھی سچ ہے مَیں تنِ تنہا بشر ہوں

وقت کی رفتار سے بے چارگی سے بے خبر ہوں

احترامِ زندگی ہو رابطوں سے' واسطوں سے

اندرونی طور پر مرنا کوئی مرنا نہیں ہے' خارجی ہو سالمیت

مشکلیں کرتی ہے پیدا ایک آوارہ طبیعت

بے ضرر ہو بات جیسی بھی ہو نیّت

خواہ اپنی ذات سے بھی منحرف ہوں

ہر کسی کو یہ لگے میں ہوں اُسی کا

دشمنوں سے دم بھروں میں دوستی کا

رات کو دن اور دن کو رات کہہ دوں

ٹھیک ہے جو دوسروں کی رائے میں

وہ بات کہہ دوں

دوسروں کے کام آؤں کام مرے بند ہیں تو بند ہوں گے

اس قیاس میں سینکڑوں پیوند ہوں گے

سسکیاں بھر کر کہ آہیں

کھول ڈوں مسدود راہیں

زندگی مجھ سے بہت نالاں رہی ہے

زندگی سے میں بھی کم نالاں نہیں ہوں

میں کسی بھی شے کا پیمانہ نہیں ہوں در حقیقت کوئی افسانہ نہیں ہوں

شِرَازۂ ظُلمات

فلک، بُوڑھا فلک، وہ چرخِ کُہنہ
جانے کب سے گردشِ پیہم کا عادی ہے
خلا کے دشت میں بھٹکا ہُوا پیر فلک
نالاں، پریشاں، اور سرگرداں
اِدھر اِک کہکشاں جا کر خلا کی مانگ بھرتی ہے
اُدھر شمس و قمر، لاکھوں کروڑوں، اَن گِنت
جا کر خلا کی وُسعتوں میں ٹمٹماتے ہیں
فلک کے یہ مُسافر وقت کی چوکھٹ پہ جا کر سر جھکاتے ہیں

خلا کی آستیں پر رَت نئی شمعیں جلاتے ہیں

سمٹتے پھیلتے انوار کی دُھونی رماتے ہیں

فلک کے یہ مُسافر جب خلا کی وُسعتوں کو دیکھتے ہیں

اپنی بے جاجُرأتوں کو دیکھتے ہیں

اپنی اپنی کم سِنی، کم آگہی، بے مائیگی کو دیکھتے ہیں

جھینپ جاتے ہیں

خلا، شیرازۂ ظلمات،

جس کی تھاہ پانا روشنی کے بس سے باہر ہے

بے بسی

وقت سے حالات سے اُلجھا ہوا

میں ایک اُلجھن بن گیا ہوں

ذات میری اُلجھنوں کی داستاں ہے

ہر دقیقہ، ہر گھڑی بارِ گراں ہے

یوں تو دردِ دل کی مجھ پر رحمتیں ہیں

جس قدر بھی برکتیں ہیں

میرے کاشانے میں ہونگی!

جس قدر بُت ہیں خدا کی دین سے وہ

میرے بُت خانے میں ہونگے!

میں مگر بے چین ہوں

اُلجھا ہوا ہوں

ایسا لگتا ہے کہ اپنے آپ میں جکڑا ہوا ہوں

اپنے اندر اپنے باہر دیر سے سمٹا ہوا ہوں
منحرف پھر بھی نہیں ہوں ذات سے اپنی
اُداسی ہے، یہ میری رُوح پیاسی ہے
یہی بس چاہتا ہوں پھیل جاؤں
میں خلا بن کر زمین و آسماں پر پھیل جاؤں
اپنی اُلجھن اپنی بے چینی کو لے کر
جُستجو کرتا رہوں
کون و مکاں پر پھیل جاؤں

گروہ بندی

"تُو مجھے حاجی کہے تو میں تجھے مُلّا کہوں"
یہ پُرانی بات ہے، صدیوں پُرانی
حاجتِ تکرار کیوں ہو؟
جس طرف بھی دیکھئے گا ٹولیاں ہیں
مصلحت، مطلب شناسی، قابلیت پرور قدم
سوئے حرم یا دیر، کب ہے کوئی غیر؟
پیٹھ ٹھونکیں تو بجائیں ڈفلیاں خوش ذائقی کی
چاروں شانے چت اگر فہم وذکا ہو جائے ہم سے
بھول کر بھی چوک جائیں گر خطا ہو جائے ہم سے
اپنی ٹولی کام آئے
کون بھٹکے مارا مارا؟

کون ڈوبے درد کی گہرائیوں میں؟

کم نہیں دنیا میں تنکے کا سہارا!

ہاتھ پاؤں ماریں گے ٹولیوں میں

گیت گائیں گے ہم اپنی بولیوں میں

مل ہی جائے گا کنارا

"تُو مجھے حاجی کہے تو میں تجھے مُلّا کہوں"

نصیب

نصیب اپنے جڑے ہوئے ہیں
جُڑے ہوئے ہیں نصیب اپنے

اگر یہ دونوں نصیب مل کر
رفو کریں گے پھٹے گریباں
عمل کی راہوں میں بانٹ لیں گے
بُرے بھلے کو

آدمی اکیلا ہے

چار قدم مِل کر چلتے پھر جانے کہاں رہ جاتے

ٹوٹ گئے سب ناطے

لاکھ منایا من کو لیکن کیسے اسے سمجھاتے
من کو لے جاتے تو کہاں جا کر من کو بھرماتے
خود ہی سے محوِ تکلّم ہوتے خود ہی سے روٹھ بھی جاتے
خود ہی پر تحسین بھی کرتے خود ہی سے شرماتے
اپنا ڈھول ڈھما کہ ہوتا اپنی بین بجاتے
اپنی بھول بھُلیاں ہوتیں اپنی راہ بناتے
لیکن کیا یہ سب کچھ کرتے جو نہیں ٹھوکر کھاتے

ٹوٹ گئے سب ناطے

صلیب

صلیب کوئی کسی کی اُٹھا نہیں پاتا
صلیب اور کسی کی اُٹھائے اُٹھتی نہیں
صلیب اپنی بھی اُٹھ پائے تو غنیمت ہے

صلیب ہاتھ یا کاندھے نہیں اُٹھا سکتے
صلیب مدد سے اُٹھتی ہے، جاں سے اُٹھتی ہے
صلیب بنتی ہے گور و کفن، کبھی نہ کبھی
صلیب بنتی ہے دار و رسن، کبھی نہ کبھی
بشر کی ذات بشر کی صلیب ہوتی ہے
یہ ہر کسی کو ستمگر نصیب ہوتی ہے

دائم

ہے اپنی اپنی گردش
ہے اپنا اپنا محور
یہ ہو گیا اُجاگر
باقی وہی کہانی
باقی وہی فسانہ
اے خوگر مصائب!
اے یورش زمانہ!

خواب

خواب بن جائیں گے یہ دن
اور ہم دیکھا کریں گے خواب
اس دن کے
ابھی تک جو نہیں آیا!

بند سلاسل

کون ہے آزاد!

سب ہیں بیڑیوں میں!

بیڑیاں پہنے حیات و موت کی

جیتے ہیں مر مر کے نظامِ دہر میں

اُمید کا دامن پسارے، یاس کے گرداب میں

ہم تیرتے ہیں، ڈوبتے ہیں، غوطے کھاتے ہیں

مگر رہتے سدا ہیں بیڑیوں میں

مضطرب! ناشاد!

جگ میں کون ہے آزاد؟

المیّہ خوشی

مقابلہ ہے ضروری
خوداعتمادی بھی
ہے یہ بھی ضروری
کہ صلاحیت ہو

یہی تو دُکھ ہے
کہ یہ دوڑتے پھرتے سائے
یکجا بہت ہی کم پائے
خوشی خوشی ہے
کبھی، جب، نصیب ہوتی ہے
غمی بھی
حلقۂ جاں کے قریب ہوتی ہے

عیّاش

ضَو فگن ہو بے دھڑک افلاک میں
غوطہ زن ہو کس لیے اِدراک میں
کون سی اُمید کی تُم لاش ہو
دیکھنے میں تو بہت خوش باش ہو
عیّاش ہو، تُم تو بڑے عیّاش ہو

کھلونا

زندگی کے ہاتھوں میں آدمی کھلونا ہے
اِتفاق ہو جیسے جب بھی جو بھی ہونا ہے

خالقِ جہاں تو نہیں پھر بھی حشر ساماں ہے
کیا ہوا پریشاں ہے' کیا ہوا ہراساں ہے
فِکر و رنج و غم اس کا اوڑھنا بچھونا ہے
آدمی کھلونا ہے

دیوالی پھر آ گئی

دیوالی پھر آ گئی

اک موہوم سی بے حِسی
پھر مجھ کو بھرما گئی

دیے جلانا ہے بے سُود
دِیوالی سمجھا گئی

دیے جلائیں تو دِل کے
رات اندھیری آ گئی

اندھیارے تو چھائیں گے
جوت بھی بتلا گئی

سالِ رواں کی پیاس مجھے
دیکھو تو ترسا گئی

محوِ فُغاں تھی دُکھیاری
گیت طرَب کا گا گئی

وہ جو ایک نفَس میں تھی
کون و مکاں پر چھا گئی

شام ہوئی، اور بادِ صبا؟
گُل سارے مہکا گئی؟

دیوالی پھر آئے گی
آس اک نئی بندھا گئی
دیوالی پھر آ گئی

رات اور دِن

رات بیتی دِن ہوا ہے

رات کے کالے جلو میں روزِ روشن بھی چھپا ہے

رات بھی تو مُضطرب ہے، راز داں ہے

مخزنِ انوار ہوگا دِن کسی کی کاوشوں کا

رات بھی تو مشعلیں تھامے ہوئے ہے آرزوؤں، حسرتوں کی

رات بھی گُمنام ہو جاتی ہے کچھ ہی دیر میں، یہ

گردشِ دوراں سے پوچھو

پوچھ کر دیکھو زمیں و آسماں سے

پوچھ لو کون و مکاں سے

وقت کی تیمارداری، رات ہو یا دِن برابر عارضی ہے

اور وقتی

رات دِن ہی وقت ہیں

خوابِ پریشاں

خواب؟ کیسا خواب؟ کس کا خواب؟

یعنی

جو نوِشتِ زندگی ہے؟

جو سرِشتِ آدمی ہے؟

وہ مگر بکھرا ہوا ٹوٹا ہوا ہے!

دیکھتے ہی دیکھتے وہ بن گیا خوابِ پریشاں!

کیا نہیں ممکن کہ وہ خوابِ پریشاں بس غبارِ خاطرِ وہم و گماں تھا

عارضی تھی جس کی صُورت اور سیرت؟

وہ فقط پرچھائیں تھا؟ وہ تو دھواں تھا!

یونہی

جو جہاں ہے تیرتا ہے

چاند سورج یا سِتارے ایک دو کا ذِکر کیا سارے کے سارے

تیرتے ہیں

یہ زمیں و آسماں کون و مکاں ارض و سما پانی ہوا

سب تیرتے ہیں

مَیں خلا تُو خلا کچھ بھی نہیں جو رہ سکا افلاک میں ٹھہرا ہُوا

رُودادِ ہست و بُود ہے جو بھی جسے مقصود ہے ہر سُو دھواں ہے دُود ہے

دُنیا ادھوری داستاں انجام کب جانے کہاں بستی رہیں گی بستیاں

سب تیرتے ہیں دہر میں ہاں اپنی اپنی لہر میں سب تیرتے ہیں

جو جہاں ہے تیرتا ہے

کباڑ خانہ

کبھی کبھار تو کُہنہ بھی کام آتا ہے

نیا ہی بنتا ہے آخر پُرانا کیا کیجیے
لگا ہی رہتا ہے یہ آنا جانا کیا کیجیے

ہر ایک رات یہاں کی شبِ برات نہیں
سدا ہی تازہ ہوا ایسی تو کوئی بات نہیں

کبھی کبھار تو کُہنہ بھی کام آتا ہے

الفاظ

اَلفاظ ظالم ہیں!
بہت ظالم!
جہاں معنی نہیں ہوتے وہاں اَلفاظ ہوتے ہیں
فقط اَلفاظ
اِن اَلفاظ کی خاطِر اِکٹھے ہو رہے ہیں
مُستند دعوے اِنہی اَلفاظ پر مبنی ہیں جو
خول تو قائم ہے لیکن رُوح غائب!

کرکٹ

کرکٹ کھیلا

بن گئے اُستاد باؤلنگ اور بیٹنگ اور کیچنگ کے

ہماری زندگی ہے کھیل کا میدان

جس کی جو حدیں ہیں کھیلنے پر!

گر کوئی میدان ایسا ہو' حدیں جس کی مقرّر ہی نہ ہوں

تو باؤنڈری کیسی؟

کہاں جائے گا سکسَر؟

کیچ ہو سکتے ہیں لیکن!

عین ممکن!

جُڑواں

حقوق اور فرائض میں کوئی فرق نہیں

یہ دونوں ایک ہیں

ہے ایک ہی فطرت اِن کی

بدن ہے ایک، گر ہیں چہرے دو

حقوق اور فرائض تو ایک ہیں

جُڑواں! ناداں!

چڑیا

اور چڑیا کیا کرے گی؟
دانہ پانی کی تلاش
گھونسلے کے چار تنکوں کی تلاش
یا غمِ نشوونما
اپنے بچّوں کے لیے صُبح و شام
اور چڑیا کیا کرے گی؟
ہاں چڑے کا انتظار!

عُجلت

عُجلت کیوں؟

جوکام کیا جاتا ہے عُجلت میں کیوں کرتے ہیں؟

پیمانہ بھر جائیگا' عُجلت میں کیوں بھرتے ہیں؟

عُجلت میں جیتے ہیں ہم عُجلت میں مرتے ہیں؟

ہم عُجلت کیوں کرتے ہیں؟

عادت میں یہ شاید ہوگا' خصلت میں یہ شاید ہوگا

عُجلت کرنا

عُجلت کرنا اچھا ہوگا درکار اگر عُجلت ہو

درکار نہ ہو گر عُجلت تو

ہم عُجلت کیوں کرتے ہیں؟

جینے مرنے میں عُجلت

کچھ بھی کرنے میں عُجلت

اِس کو بھی کہہ لیں قسمت

ہوتی ہی نہیں ہے فُرصت!

عُجلت اِنسان کی عادت!

عُجلت اِنسان کی خصلت!

عُجلت اِنسان کی قسمت!

چاچا نہرو زِندہ باد

بچّے ہی رہیں

بالغ ہو کر دِیوار کھڑی کر دیتے ہیں

مذہب کی مِلّت کی فِرقے کی اور زباں کی

دیواریں دیواریں دیواریں!

چاچا نہرو زندہ ہوتے تو

فِرقہ داری مذہب مِلّت کی اور زباں کی دیواریں

سب غائب ہو جاتیں؟

اُمیدیں صائب ہو جاتیں؟

چاچا نہرو زندہ رہیئے!!

چاچا نہرو زندہ رہیئے!!

جنون و خرد

خِرد کہتی رہی

یہ مت کرو، وہ مت کرو، دیکھو

جنوں کہتا رہا

'ہاں' یہ کرو 'ہاں' وہ کرو

یہ 'ہاں' کسی کی 'مت' کسی کی

بن گئی ہے زندگی اپنی

اُلجھ کر رہ گئے ہیں 'ہاں' میں اور 'مت' میں

اُلجھ کر رہ گئے ہیں

زندگی یہ ہے، ہماری زندگی

بس ایک اُلجھن!

سازباز

بہت ہی گہرا 'نہیں' کا سایہ

بہت ہی دُھندلا وجود 'ہاں' کا

بشر کی دوروزہ زندگی کی یہ داستاں تھی

وسیع تر ہے 'نہیں' کی دُنیا' یہ 'ہاں' سے پوچھو

اِسی کو رسمِ جدید کہیئے' اِسی کو راہِ قدیم کہیئے

اِسی کو پرواز کی تمنّا' اِسی کو جذب سلیم کہیئے

بشر کے عہدِ جواں سے پوچھو' بشر کی آہ و فُغاں سے پوچھو

بشر کی عمرِ رواں سے پوچھو' یہاں سے پوچھو وہاں سے پوچھو

جہاں سے پوچھو

بہت ہی گہرا 'نہیں' کا سایہ

بہت ہی دُھندلا وجود 'ہاں' کا

تنِ تنہا

آدمی اکیلا ہے
زندگی کی راہوں میں
یا کسی بھی منزل پر
کوئی ساتھ دے دے تو
اِس کو حادثہ سمجھو
زندگی کی راہوں میں
یا کسی بھی منزل پر
آدمی اکیلا ہے

میرا باغیچہ

گُل ہی گُل، کلیاں ہی کلیاں — کرتے ہیں ہم سے رنگ رلیاں

بادِ سحری بھی گھومے ہے — پتّے، گُل، کلیاں چُومے ہے

جب جب بھونرا منڈراتا ہے — باغ باغ دِل ہوجاتا ہے

تِتلی آتی ہے جاتی ہے — ہر صورت من کو بھاتی ہے

رنگوں کی اتنی آرائش — آنکھوں کی دِل کی آسائش

تازہ پھولوں کی یہ خوشبو — گھر کر جائے جیسے جادو

ہم سونگھیں متوالے بن کر — خوشبوؤں کے ہالے بن کر

رنگ اِتنے خوشبو میں ڈھالے

قُدرت کے ہیں کھیل نرالے

تارے

اِتنے تارے افلاک میں ہیں، کتنے تارے

جامِد سے لگتے ہیں سارے

ٹھہرے ٹھہرے روشن تارے مدّھم تارے

ہلکے پھُلکے، بھاری بھرکم، آگے پیچھے، یا کم تارے

خاموش سُلگتے رہتے ہیں، گُم صُم جانے کیا کہتے ہیں

بھُونچال، آندھی، سیلاب آئے، جوالا پھوٹے یا آگ لگے

یا بھوک اُٹھے

کچھ فرق نہیں پڑتا اِن کو، کچھ فرق نہیں پڑتا جن کو

ہنستے بھی نہیں، روتے بھی نہیں ہیں یہ تارے

جس جا پہ اِنہیں دیکھا جائے اُس جا پہ سَدا ہوتے بھی نہیں ہیں یہ تارے

اِن کی باتیں اب کیا کیجئے ہر بار نرالی ہوتی ہیں

گویا کہ سوالی ہوتی ہیں

مظلُوم

یہ مجھے اچھا لگا ہے وہ تجھے اچھا لگا
ہے یہی تو زندگی ؟ شاید نہیں!

بس ہمیں جینا ہے آج!
جس طرح بھی ہو سماج!
اِس میں جب تک ہیں، فقط محکوم ہیں
مظلوم ہیں

دھوپ چھاؤں

اگر 'ہونا' 'نہ ہونا' ایک ہے
تو کیا ہوا 'ہونا'؟
یہی نا
بھیڑ' دھکّا' دھینگا مُشتی
خود نُمائی' خودسرائی
بے حیائی!

نقوش

نِگارشات کسی کی مثال بنتی گئیں گو سوال بنتی گئیں

کہ اِس کے بعد کوئی دوسرا کہیں ہوگا جو ایسی بات کرے

کاش! یہ سمجھ پائے

کہ اِس کے بعد جواں سال نسل آئے گی

نِگارشات بھی ہوں گی الگ تھلگ ہی سہی

رمُوز جتنے خودی کے کہ بے خودی کے ہیں

سبھی

یہ گردشِ دوراں بنا کے دھول گزر جائے گی زمانے سے

نقوش سارے مِٹیں گے اِسی بہانے سے!

محور

جس میں ہو بہبودئ عالَم

محور کوئی بُرا نہیں ہے

ہر محور اِک پیشہ ہے اور پیشہ کوئی بُرا نہیں بہبودئ عالَم ہو گر اُس میں

محور کا ہونا ہے لازِم

چلنا پھرنا، بیٹھنا اُٹھنا یا پھر کچھ' بھی' محور سے ہیں

محور ہو گا کام بھی ہو گا، ہو سکتا ہے نام بھی ہو گا

اِس زمین کا بھی محور ہے

رات دِن، موسم کہ ہوا، یا اور بھی کچھ، سب محور سے ہیں

ذات اپنی بھی اِک محور ہے جس پر چلتی ہے یہ دُنیا

میری دُنیا تیری دُنیا سب کی دُنیا

دُکھوں میں خوشیوں میں یا بس یونہی چلتی رہتی ہے یہ

آج ہار کر آج جیت کر

آبادی میں ویرانے میں میخانے میں غم خانے میں

مندر مسجد گوردوارے میں

اِدھر اُدھر، چلتی رہتی ہے

بس یونہی چلتی رہتی ہے

یاد کی پرچھائیاں

جھنجھوڑو ذہنِ اِنسانی

عجب کیا ہے کوئی صورت نکل آئے

کوئی جینے کی صورت

دوسروں کے کام آنے کی، خودی کو طاقِ نسیاں پر سجانے کی

بالآخر جسدِ خاکی سے وفا کرنے کی صورت

قرض اِنسانی تقاضوں کا ادا کرنے کی صورت

ذہنِ اِنسانی جھنجھوڑو، ذہنِ اِنسانی مروڑو

توڑ ڈالو ذہنِ اِنسانی کہ اِس کے ٹوٹنے سے

عین ممکن ہے کہ پیدا ہو نئی دھڑکن دِلوں میں

جو کہ جامِد ہو چکے ہیں

بندشوں میں گھر گئے ہیں اور بندی بن گئے ہیں آپ اپنے

عکس پیکر بن گئے

ایسا نہ ہو پرچھائیاں اِنساں کا کِردار بن جائیں

جہاں دیکھیں فقط پرچھائیاں ہوں

یاد کی پرچھائیاں

جینے کہاں دیں گی کبھی بھی یاد کی پرچھائیاں

پیشتر اِس کے کہ کِھل جائے گا 'آج' اور 'اب'

کہیں مُرجھا کے مِل جائیں گے مٹّی میں

اُڑیں گے دھول بن بن کر

اوروں کا خون

وہ کالا ہے تو پھر کیا ہے

وہ گورا ہے تو پھر کیا ہے

کالا، گورا، پیلا بھورا

سب اِنساں ہیں

اِنساں تو کبھی بدرنگ نہیں ہوتا

بے رنگ تو ہو جاتا ہوگا بے رحم کے ہاتھوں میں

جو بھون کے رکھ دیتا ہے ہر شئے کو

ہر چیز ہے سستی اُس کے یہاں

مہنگا ہے فقط اُس کا غرور، اُس کا شعور، جو اُلجھ گئے ہیں

اینٹ سے اینٹ بجا دینے سے کیا ہوگا؟

قُربانی؟ کِتنی؟ کِس کِس کی ہوگی قُربانی؟

پتھر دِل ہے، سارے کا سارا ہے پتھر

خونی ہیں اُس کے منصوبے

خونی ہیں اُس کی رُودادیں، خونی ہیں اُس کی بنیادیں

خونی، خونی، خونی، سب کچھ خونی

خون مگر جو اوروں کا ہے!

ہوتا آیا

کچھ بھی نہیں مِلتا باتوں سے

بھوت جو ہیں لاتوں کے، وہ مانیں گے اگر تو لاتوں سے

وہ افریکہ ہو یا امریکہ

رُوس کہ انگلستان کہ ہو وہ چین کہ ہندوستان کہ پاکستان

عَرب ہوں یا اسرائیلی، مِسری لنکن یا ہوں وہ افغان کہ جو بھی

مِل ہی جاتے ہیں وہ لوگ رہے جو خون کے پیاسے تھے

خون مگر جو اوروں کا ہے!

پیاس

رِم جھِم رِم جھِم بادل برسا
دِل ہے مگر ترسے کا ترسا

دِل کی پیاس اپار' انوکھی
بے اندازہ' جوکھی جوکھی

لہریں پیاسی' ساحِل پیاسے
آنکھیں پیاسی' اور دِل پیاسے

پیاسے نیناں' کاجل پیاسے
بھٹک رہے ہیں بادل پیاسے

پھٹنے پر مجبور ہیں بادل
گرنے پر مجبور ہے آنچل

لگنے پر مجبور ہے کاجل
چاروں جانب ہلچل ہلچل

پیاس بُجھی ہے ساحل ساحل
ناچ رہی ہے محفِل محفِل

جینا پیاسا ' مرنا پیاسا
سوچو ' تو ہے جھرنا پیاسا

پیاسی ہی پیاسی ہے دُنیا
ذرّہ ذرّہ ' صحرا صحرا

پیاس کی باتیں بڑی نرالی
مُتحیّر کر دینے والی

ناشکری

وقت سے کیا چاہتے ہو؟

دولت واولاد وصحّت ؟

عِزّت اور شُہرت ؟

بقا

باقی ہے جب تک دہرِ فانی ؟

نام ہو اُونچا کچھ ایسا کام ہو جائے !

بھلے پھر زندگی کی شام ہو جائے !

گریبانوں میں جھانکو' اپنا اپنا دامنِ صد چاک دیکھو

بس یہی رُوداد' رُودادِ جہاں ہے

چین' جب تک سانس ہے ممکن نہ ہوگا

چین ہے، کس کو' کہاں ہے؟

تُو

ترا وجود ہے تجھ سے

کسی بھی شئے سے نہیں جو کہ تری ذات سے ہے وابستہ

تری ہے ذات مجھی سے

رہے خیال

سمندر میں لہر کا اُٹھنا

کہ زیر و بم ہو وہ دریا کے تیز دھاروں کا

کہ کِھلنا پھول کا گُلشن کے خارزاروں میں

کہ روشنی جو پنہاں ہے فلک کے تاروں میں

پیامِ زیست ہے جو منفرد ہے لازِم ہے

کسی کے رحم و کرم پر یہ سب نہیں ہوتا

کسی کی داد، کسی کا دُرود، یا تحسین

بگاڑ سکتے نہیں اِس نِظام کو ہرگز

اُکھاڑ سکتے نہیں زیست کی طنابوں کو

کہ تُو بنے تو

نہیں تُجھ سا کوئی زمانے میں

قدرت کے کارخانے میں

گردِش

جتنے ہیں معذور ہیں سارے
ہوں چاہے وہ چاند سِتارے

اپنی آگ میں جلتا سُورج
چڑھتا سُورج ' ڈھلتا سُورج
ٹھنڈا ٹھنڈا پڑ جائیگا
سبز ہے جو بھی سڑ جائے گا

چاند گرہن لگ جاتا بھی ہے
موسم جاتا آتا بھی ہے

بچپن کی وہ بھولی باتیں
یا ساون کی بھیگی راتیں

وہ بھی اپنا قِصّہ ہوں گے
عُمرِ رواں کا حِصّہ ہوں گے

ڈھل جاتی ہیں صُبحیں ساری
شامیں ہوجاتی ہیں بھاری

گردِش میں ہے سب کچھ پیارے
کیا تُم جیتے کیا تُم ہارے

اُونچ نیچ

دستارِ فضیلت باندھیں گے عِزّت والے

عِزّت والے دستارِ فضیلت باندھیں گے

کچھ اور بھی عِزّت پائیں گے

عِزّت دے گی دُنیا اِن کو ذِلّت جو دیتی ہے اوروں کو

عِزّت ذِلّت 'رُخ ہیں ایک ہی شئے کے

یہ دونوں ہیں جُڑواں

عِزّت ' ذِلّت

پھر جو ہے دستارِ فضیلت

کیا باندھیں گے عِزّت والے!

کارِ مُشکل

صبر کر سکتے ہو؟
خود پہ جبر کر سکتے ہو؟
دیکھو
غنچۂ اُمید کِھل جائے تو کِھل جائے
(جسے چاہا تھا مِل جائے تو مِل جائے)
وگرنہ
اور تھی اُس کو ضرورت اُس عمل کی جو اُسے
پانی، ہوا، گرمی
فراہم کرتا رہتا ہے!

معجزہ

اتنی بڑی زمین ہے جس پر
دو رُوحوں کا گھُل مِل جانا
معجزہ ہے

سلمان رُشدی

بنے مُرتد جیسے بھی دیدہ یا کہ نادیدہ
تمہارا کام آلودہ ' اگر تھا نام بالیدہ

چراغاں کیا کرو گے تُم ' ہو تاریکی ہی تاریکی
ہدایت کی رِدا ہے ' جا بجا بوسیدہ بوسیدہ

چلے تھے عالمِ تصنیف میں ' شہرت کو پھیلانے
نہیں ہے کوئی دُنیا ' میں تمہارا آج گرویدہ

تمہیں قیدی بنا ڈالا ' تُمہاری جاں پہ بن آئی
زمانہ کس لیے دیکھے تمہیں ترسیدہ ترسیدہ

خدا کا قہر برسا ہے جو ، گردشِ پیش میں ' دیکھو
حقیرؔ وقت تُم بھی ہو ' سراسر ناتراشیدہ

اُفق

اُفق کب ہاتھ آتا ہے؟

خوشی گویا اُفق ہے

ہاں

نگاہوں میں بسالو گے

گزر جائے گی دِل سے بھی

منوّر ذہن ہو جائے گا شاید

بدن میں لہر سی کوندے تو کوندے

مگر کب ہاتھ آتی ہے خوشی ، گویا اُفق ہے

دُور ہی سے آتی جاتی ہے

سمبندھی

اپنی آگ میں جل جائے گا
اپنا بھیس بدل جائے گا
اپنے اندر ڈھل جائے گا
ٹوٹ کے دور نِکل جائے گا

سب کا ہو جائے گا سُورج
آج ہے آگ بگولا بن جائے گا ڈھیر راکھ کا
سُورج ہے مرا سمبندھی
فِطرت اپنی ایک ہی جیسی

تُم

کتنی حسین ہو تُم

معشوقِ لالہ رُخ ہو
زہرہ جبین ہو تُم

یاقوت ہیں کہ لب ہیں — زُلفیں ہیں یا کہ بادل
سینے کا زیر و بم ہے — لہروں کی یا کہ ہلچل
کیونکر نہ ڈگمگائیں — ہوجائیں کیوں نہ پاگل

سب کی امین ہو تُم
معشوقِ لالہ رُخ ہو
زُہرہ جبین ہو تُم

جانِ بہار ہو تُم — عیشِ ہزار ہو تُم
آتا ہے جو گُلوں پر — بن کر نِکھار ہو تُم
مِلتا ہے جِس سے دِل کو — صبرو قرار ہو تُم

سب کا یقین ہو تُم
معشوقِ لالہ رُخ ہو
زُہرہ جبین ہو تُم

کِتنی حسین ہو تُم

■■

اجنبی

اجنبی ہُوں

اب تو اپنے آپ سے بھی

رفتہ رفتہ

ہو گیا ہوں اجنبی

میری اب پہچان مُشکل ہو گئی ہے

یہ سبھی دستورِ عالم، نظمِ قُدرت

کوئی شئے بھی ایک محور پر نہیں رہتی

مگر ہے بات اِتنی

مَیں نہیں ہُوں جو کہ تھا

پھیلا ہُوا، سمٹا ہُوا، اُلجھا ہُوا، سُلجھا ہُوا

مَیں جو بھی تھا

اب وہ

نہیں ہُوں

سوچتا ہُوں کیا زمانے کے فسانوں میں

کہیں ہُوں؟

چکّی

ایک مُردہ کل
جسے اب دفن ہوئے عرصہ ہُوا ہے
رات دِن آٹھوں پہر زِندہ ہے
یُوں لگتا ہے جیسے
موت کا سایہ سَروں پر ہر گھڑی منڈلا رہا ہو
ایک مُردہ کل کا سایہ، مَوت کے آنچل کا سایہ
ایک کل ہے
جو ابھی پیدا نہیں ہو پایا

نیوز ٹاؤن پبلشرز کی مطبوعات

۱۔انقلاب مردہ باد	(ڈرامہ)	اشتیاق سعید
۲۔عکس	(خاکے)	محمد حسین پرکار
۳۔جب تک منظر بدل نہ جائے	(شاعری)	سید ریاض رحیم
۴۔عہدِ رفتہ	(شاعری)	رمضان علی سحرؔ
۵۔ہل جوتا	(افسانے)	اشتیاق سعید
۶۔پوچھتا ہے تم سے اتنا	(شاعری، دیوناگری)	سید ریاض رحیم
۷۔صحرا میں پھول	(شاعری)	ڈاکٹر جاوید حسین شاربؔ
۸۔پسِ دیوارِ زنداں	(شاعری)	حامد لطیف
۹۔الم نشرح	(شاعری)	رمضان علی سحرؔ
۱۰۔آدھا دن آدھی رات	(شاعری، دیوناگری)	رمضان علی سحرؔ
۱۱۔لگار	(جاسوسی ناول)	ابن لطیف
۱۲۔غلط پتہ	(افسانے)	م۔ناگ
۱۳۔متاعِ ہُنر	(شاعری)	ہُنر رسولپوری
۱۴۔پھر بھی	(شاعری)	عشرت جالندھری
۱۵۔تم اب بھی؟	(افسانے)	سراج فاروقی
۱۶۔سنگلاخ زمینوں کا مسافر	(تحقیق وتنقید)	لطیف ثانیؔ
۱۷۔حاضر غائب	(افسانے)	اشتیاق سعید
۱۸۔آنسوؤں کی برات	(شاعری)	عبرتؔ مچھلی شہری
۱۹۔ڈاکٹر ایم۔نسیم اعظمی: شخصیت اور جہات		ظہیر حسن ظہیرؔ
۲۰۔نور پرکار۔فن اور شخصیت	(مضامین)	عبداللہ ساجدؔ
۲۱۔کربِ نارسائی	(شاعری)	شہناز شازی
۲۲۔خدا کے لیے	(افسانے)	سراج فاروقی
۲۳۔چل مدینے کی طرف	(نعتیہ کلام)	ہُنر رسولپوری)
۲۴۔اشتیاق سعید کی فنی جہات	(مضامین)	عبدالباری ایم۔کے
۲۵۔تحریریں	(نثر پارے)	احمد وصی
۲۶۔کتھا گاؤں	(افسانے، دیوناگری)	اشتیاق سعید
۲۷۔رات کا آخری پہر	(افسانے)	عزیز رحیمی
۲۸۔رقصِ عطش	(شاعری)	ڈاکٹر حقیر آستانی

لیکن اُس کا سایہ بھی

بشر کی فِکر کے انداز، اُس کی سوچ کی پرواز پر

پڑتا ہی رہتا ہے

یہ دو کل، فردا اور دیروز، پڑے[1] ہیں ایک چکّی کے

جو مِل کر پیستے ہیں آدمی کا آج، اُس کی زیست کا اِمروز

اِدھر اندھے اندھیروں میں اُدھر مُبہم سویروں میں

یہ چکّی تھم نہ پائے گی

اَزل سے چل رہی ہے، تا اَبد چلتی ہی جائے گی

وگرنہ وقت کو رُکنا پڑے گا

خود اپنے سامنے جھکنا پڑے گا

[1] عِلاقائی روزمرّے کے اعتبار سے مَیں اِسے صحیح قرار دیتا ہوں۔

Raqse_Atash

Poetry by : Dr. Haqeer Aastani

آں جہانی ڈاکٹر حقیر آستانی نہایت شفیق اور مہربان اُردو عاشق تھے۔ خاکسار کے ساتھ بڑی شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ جب بھی آپ کا کوئی شعری مجموعہ شائع ہوتا تو فون کر کے مجھے اپنے دولت کدے پر بُلاتے، شعری مجموعہ اور نقد دو ہزار روپے لِفافے میں رکھ کر مجھے دیتے تاکہ اُس مجموعے کا اشتہار ماہنامہ ''شاعر'' میں شائع ہوسکے۔ باوجود اِس کے موصوف نے کبھی اپنے کلام کی اشاعت کا اصرار نہیں کیا، بلکہ مَیں خود جب آپ سے کلام کا تقاضہ کرتا تو وہ یہ کہہ کر مجھے خاموش کر دیتے کہ ''شاعر، میرا اپنا پرچہ ہے، مَیں جب چاہوں گا میرا کلام شائع ہوجائے گا''۔

حقیر آستانی غزل کے ساتھ ساتھ نظم، قطعہ، رُباعی اور دوہے پر بھی دسترس رکھتے تھے، پھر یہ کہ آپ کا مطالعہ بھی وسیع تھا۔ حقیر صاحب کی رُباعیوں سے ایک رُباعی اُن کے شعری آفاق کا پتہ دیتی ہے۔

نغموں کو نہیں نغمہ سرائی کی تمیز
آہوں کو نہیں آہ رسائی کی تمیز
بدنام تو ہے ذوقِ نظارا لیکن
جلووں کو نہیں جلوہ نُمائی کی تمیز

غزل میں نئی نئی زمینوں کا اختراع کرنا اور اپنے عصر کو اُجالنا حقیر صاحب کا خاصہ تھا، طویل بحروں میں بھی خود کو اور اپنے دور کے سیاسی حالات اور لوگوں کی بے حسی کو شاعری بنانے کا ہُنر جانتے تھے۔

جدھر دیکھو اُداسی ہی اُداسی
نہ لے ڈوبے ہمیں خبط الحواسی

اپنے دِل سے کدورت نِکالو
میرا دِل بھی اِدھر صاف ہوجائیگا

گو کہ آج کے ممبئی کے ادبی نئی نسل حقیر آستانی کے شاعری سے واقف نہیں لیکن یہ نیا شعری مجموعہ ''رقصِ عطش'' ایک بار پھر اُردو جہاں میں حقیر صاحب کی شاعری کو زندہ کردے گا۔

افتخار اِمام صدیقی (مدیر ماہنامہ، شاعر)

۲؍مارچ ۲۰۱۵ء بروز پیر، ۸؍بجے شام

Abdullah Mansion,Room No.44
Haryana wala Lane, Kurla (W),
Mumbai-400 070. Cell.: 09224799971
E-mail : ishtiyaquesaeed@rediffmail.com